اسلامیات
حصہ دوم

سوال نمبر 2۔

اسلام میں عقیدہ رسالت:

اسلام میں عقیدہ رسالت ایک بنیادی تصور ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب پیغمبروں کی حیثیت کو بیان کرتا ہے یہ عقیدہ نہ صرف مسلمانوں کی ایمان کا حصہ ہے بلکہ ان کی زندگی کے ہر پہلو پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس حوالے سے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ:

"رسول ایمان لایا ہے اُس پر جو اُس کے رب کی طرف سے اُس پر اترا ہے۔ اور مسلمان بھی اُس پر ایمان لائے ہیں۔ سب ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اُس کی کتاب پر اور اُس کے رسولوں پر۔ ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے۔"

(البقرۃ: 285)

وحی کا تصور:

رسالت کا بنیادی عنصر وحی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں پر نازل کی جاتی ہے۔ قرآن میں اللہ فرماتا ہے۔

ترجمہ:

"اور ہم نے تم سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ہم نے ان کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم میری عبادت کرو۔"

(سورۃ الانبیاء: 25)

وحی کی اس نوعیت کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کے بندے اپنے خالق کے احکامات کو سمجھیں اور ان پر عمل کریں۔ قرآن مجید جو کہ حضرت محمدؐ پر نازل ہوا، مسلمانوں کے لئے آخری وحی ہے۔ اور اس میں زندگی کے شعبے کے لئے رہنمائی فراہم کی

گئی ہے۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے وحی کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔

ترجمہ:

"ہم نے ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

(سورہ الحجر: 9)

پیغمبروں کی خصوصیات:

پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ نے خاص صفات سے نوازا ہے جیسے صداقت، امانت اور عقل۔ یہ خصوصیات ان کی رسالت کو مؤثر بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ پیغمبروں کی صداقت پر قرآن پاک میں اللہ فرماتے ہیں۔

ترجمہ:

"اور جب ابراہیم نے اپنے باپ سے کہا: اے میرے باپ تم کیوں ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو نہ سنتی ہے، نہ دیکھتی ہے اور نہ تمہارے کسی کام کی مدد کر سکتی ہے؟"

(سورہ مریم: 42)

پیغمبروں کا انتخاب اللہ کی حکمت کے تحت ہوتا ہے اور انہیں اپنی قوم کی اصلاح کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔

ترجمہ:

"اور ہم نے تمہیں صرف تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

(سورۃ الانبیاء: 107)

آخری پیغمبر:

حضرت محمدؐ کو اللہ تعالیٰ نے آخری پیغمبر کے طور پر بھیجا۔ ان کی رسالت کا مقصد پوری انسانیت کو ہدایت دینا تھا۔ ان کی تعلیمات اور احکام اب تک کے پیغمبروں کی تعلیمات کا نچوڑ ہیں۔ اور ان کے ذریعے اللہ کا بھیجا پیغام مکمل ہوا۔ آخری پیغمبر حضرت محمدؐ کی شان اور رسالت کے بارے میں قرآن مجید میں متعدد آیات موجود ہیں۔ آخری پیغمبری حیثیت کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے۔

ترجمہ:

محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، بلکہ وہ اللہ کے رسول اور

خاتم النبیین ہیں۔
(سورۃ احزاب : ۴۰)
ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں
وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین
ترجمہ:
"اور ہم نے تمہیں صرف تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔
(سورۃ الانبیاء : 107)

رسالت کی عالمی توسیع:۔

رسالت کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ یہ صرف ایک قوم یا علاقے تک محدود نہیں ہے۔ حضرت محمدؐ کو پوری دنیا کے لوگوں کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی تعلیمات ہر انسان کے لئے رہنمائی فراہم کرتی ہیں چاہے وہ کسی قوم، نسل یا ثقافت سے تعلق رکھتا ہے

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:
"میں تمام لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر ہوں"
(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

ایک اور حدیث میں آتا ہے:
"میرے پیغام کو ہر اس شخص تک پہنچاؤ جو اس میں رہتا ہے خواہ وہ عربی ہو یا غیر عربی"
(صحیح بخاری)

انفرادی زندگی میں عقیدہ رسالت کی اہمیت:۔

1۔ روحانی رہنمائی:۔

عقیدہ رسالت انفرادی زندگی میں روحانی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ پیغمبروں کی تعلیمات کو انسان کو اللہ کے قریب ہونے کا موقع دیتی ہیں۔ ایک مسلمان کی زندگی کا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے۔ اور پیغمبروں کی رہنمائی کے ذریعے یہ مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے۔ قرآن اور احادیث میں روحانی

ہدایت کا مقصد کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

ترجمہ:

"بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو۔"

(سورۃ النساء: 58)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو میرے پاس آتا ہے، میں اُسے روحانی سکون دیتا ہوں۔"

(صحیح مسلم)

2۔ اخلاقی معیار:

رسالت کا عقیدہ فرد کو ایک مضبوط اخلاقی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ پیغمبروں نے اپنی زندگیوں میں جو مثالی کردار پیش کیا۔ وہ مسلمانوں کے لئے ایک نمونہ ہیں۔ اس کے نتیجے میں، لوگ اپنے اعمال میں بہتری لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسے سچائی انصاف اور محبت کو اپنانا۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ:

"اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔"

(سورۃ احزاب: 70)

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

"بیشک میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ میں اخلاق کی تکمیل کروں۔"

(سنن ابو داؤد)

3۔ معاف کرنے کی اہمیت:

پیغمبروں کی زندگیوں میں معاف کرنے اور رحم کرنے کی مثالیں موجود ہیں یہ عمل انسان کو دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ انفرادی زندگی میں یہ جذبہ انسان کے دل کو سکون دیتا ہے اور معاشرتی تعلقات کو مستحکم کرتا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے معاف کرنے کی اہمیت اور اس کے روحانی فوائد کو یوں اجاگر کرایا۔

ترجمہ:

"اور اگر تم معاف کرو تو یہ تقویٰ کے قریب تر ہے۔"

(سورۃ البقرہ: 237)

ترجمہ:

"اور اگر تم معاف کرو، درگزر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔"

(سورۃ التغابن: 14)

حضرت محمدؐ نے فرمایا:

"تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنے اہل خانہ کے لئے بہتر ہوں، اور میں تم سب کے لئے بہتر ہوں۔"

(سنن ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔

"اللہ اُس بندے کو معاف کرتا ہے جو اپنے بھائی کو معاف کرتا ہے۔"

(سنن ترمذی)

4۔ علم کا حصول:

رسالت کا اہم اور پہلو علم کی اہمیت ہے۔ پیغمبروں نے علم کے حصول کی ترغیب دی ہے اور یہ بات انسان کو ترقی کی راہ پر گامزن کرتی ہے۔ علم کی روشنی میں انسان اپنے عقائد کو مضبوط بنا سکتا ہے اور صحیح فیصلے کر سکتا ہے۔ پیارے نبی حضرت محمدؐ پر نازل ہونے والی پہلی وحی بھی علم کی طلب کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔

ترجمہ:

"پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔"

(سورۃ العلق: 1)

حضرت علیؓ نے فرمایا:

"علم روشنی ہے اور جاہلیت تاریکی ہے۔"

اجتماعی زندگی میں عقیدہ رسالت کی اہمیت:-

1 معاشرتی ہم آہنگی:-

عقیدہ رسالت معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے۔ جب افراد ایک ہی عقیدے کی پیروی کرتے ہیں تو ان کے درمیان اتحاد اور محبت بڑھتا ہے۔ یہ اتحاد معاشرتی مسائل کے حل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اور ایک مضبوط کمیونٹی تشکیل دیتا ہے۔ قرآن میں ارشادِ ربانی ہے۔

ترجمہ:

"بیشک مومن آپس میں بھائی ہیں۔"

(سورۃ الحجرات: ۱۰)

ترجمہ

"اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔"

(سورۃ المائدہ: ۰۲)

2۔ عدل و انصاف:-

پیغمبروں کی تعلیمات عدل و انصاف پر زور دیتی ہیں۔ یہ اصول اجتماعی زندگی میں اہمیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ ایک منصفانہ معاشرہ ہی ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے۔ مسلمان معاشرہ جب ان اصولوں پر عمل پیرا ہوتا ہے تو یہ معاشرتی استحکام کا سبب بنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں عدل و انصاف کی اہمیت کو بیان کیا

ترجمہ:

"اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بنو خواہ اپنے خلاف ہو یا اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف۔"

(سورۃ النساء: 135)

حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سے بہتر وہ ہے جو عدل و انصاف کے ساتھ رہتا ہے۔"

(مسند احمد)

3۔ پاسداری کے حقوق:-

عقیدہ رسالت کے تحت حقوق کی پاسداری کی اہمیت کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ پیغمبروں نے ہمیشہ انسانی حقوق کا احترام کیا اور یہ اصول آج بھی مسلمانوں کے لیے رہنمائی فراہم کرتے ہیں اس کے نتیجے میں افراد ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں اور ایک محفوظ معاشرہ تشکیل دیتے ہیں۔

ترجمہ:-

"اے ایمان والو اپنے عہد کو پورا کرو۔"

(سورۃ المائدہ: ۰۱)

ترجمہ:-

"اور تیرے رب نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔"

(سورۃ الاسراء: 23)

۴۔ فلاحی کام:-

رسالت کی تعلیمات انسانیت کی خدمت پر زور دیتی ہیں۔ پیغمبروں نے اپنی زندگی میں فلاحی کاموں کی مثالیں قائم کیں، جیسے غریبوں کی مدد، یتیموں کی دیکھ بھال، اور بیماروں کی خدمت۔ یہ اصول معاشرتی ترقی کے لیے بہت ضروری ہیں اور مسلمانوں کو فلاحی کاموں کی ترغیب دیتے ہیں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

ترجمہ

"اور نیکی کرو، بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

(سورۃ البقرہ: ۱۹۵)

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے۔

ترجمہ

"اور انصاف کے ساتھ وزن قائم کرو۔"

(سورۃ الرحمٰن: ۹)

CamScanner

خلاصہ بحث:

عقیدہ رسالت اسلامی تعلیمات کا ایک اہم حصہ ہے جو نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی زندگی پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ اس عقیدے کے ذریعے انسان اپنی زندگی میں روحانی سکون، اخلاقی معیار اور اجتماعی ہمدردی کو فروغ دے سکتا ہے۔ مسلمان ایک مضبوط معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں جو عدل، انصاف اور انسانی حقوق کی پاسداری پر قائم ہو۔

اسلام میں عقیدہ رسالت کی یہ تفصیلات اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ یہ صرف ایک نظریہ نہیں بلکہ عملی زندگی میں ایک جامع رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس عقیدے کی روشنی میں اپنی زندگی کو بہتر بنائے اور معاشرتی بہتری کے لئے کوشش کرے۔

سوال نمبر 03

اسلام کے عدالتی نظام پر تفصیل سے بحث کریں۔ اس کے بنیادی فلسفوں کی وضاحت کریں اور یہ کہ یہ سماجی انصاف کو کیسے یقینی بناتا ہے۔

اسلام کا عدالتی نظام:

اسلام نے دنیا کے سامنے خوبصورت عدالتی نظام متعارف کرایا۔ یقیناً اس عدالتی نظام کی بنیاد نبی کریم ﷺ نے فراہم کی، جو اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اور نبی ہونے کے ساتھ ساتھ سب سے بڑے قانون دان تھے اور آپ ﷺ کے خلفائے راشدین نے جو آپ ﷺ کے ہی تربیت یافتہ تھے نے اس نظام کو وسعت دی۔ اسلام کا عدالتی نظام اس دور میں سب سے بہتر، قابلِ عمل اور نتیجہ خیز تھا اور اب بھی اسی طرح قابلِ عمل ہے۔ جس میں انصاف، بلا لحاظِ مرتبہ، نسل اور علاقہ کے، ہر ایک کو مہیا کیا جاتا تھا۔ ایک عام آدمی بھی گورنر، خلیفہ یا جج کے خلاف درخواست دے سکتا تھا۔ تفتیش کا پورا نظام تھا۔ عدالت کی کارروائی پر کوئی اثر انداز نہیں ہو سکتا تھا۔ ملزم کو صفائی کا پورا موقع دیا جاتا۔ گواہیوں کا مؤثر نظام تھا۔ قانون کی نظر میں شاہ و گدا سب برابر تھے۔ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ

"اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہنے والے بن جاؤ، اللہ کے لیے گواہی دینے والے، اگرچہ وہ گواہی خود تمہارے خلاف یا تمہارے ماں باپ اور قرابت داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو"۔

(سورۃ النساء : 135)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرمایا:

ترجمہ

"اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کروں"۔

(سورہ الشوریٰ : 15)

نبی کریم ﷺ کو اس نظام میں مرکزی حیثیت حاصل تھی۔

عہد مصطفوی ﷺ کا عدالتی نظام:-

نبی کریم ﷺ انتظامیہ، عدلیہ اور مقننہ کے سربراہ تھے مگر یہ حقیقت بھی ثابت شدہ ہے کہ آپ ﷺ کا نظام، امت کی اجتماعی رائے، شورائی کے اصول اور جمہوری اقدار پر مبنی تھا۔ ان تمام مناصب کے باوجود آپ ﷺ نے انتظامیہ اور عدلیہ کی علیحدگی کے اصول کی اہمیت واضح فرمائی۔ اپنی حیات طیبہ میں حضرت عمرؓ کو عدلیہ کا سربراہ مقرر کر کے آپ ﷺ نے اس عدالتی اصول کو عملی شکل دی۔ صوبوں میں قضا کا نظام قائم کیا اور قاضی مقرر کیا۔ یمن میں حضرت علیؓ صوبائی عدلیہ کے سربراہ تھے۔ حضرت معاذؓ، حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ، حضرت عمرو بن حزمؓ اپنے اپنے علاقہ کے قاضی تھے۔ اسلام کے حاکمیت اعلیٰ کے تصور کی تین جہتیں ہیں:

1- حقیقی حاکمیت (الوہیت)
2- نیابتی حاکمیت (رسالت)
3- خلافت (امارت)

اس تصور کی بنیاد اور اساس درج ذیل آیت کریمہ ہے۔

ترجمہ

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہل حق) صاحبان امر کی پھر اگر کسی مسئلے میں تم باہم اختلاف کرو تو اسے (اچھی فیصلے کے لیے) اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹاؤ"۔

(النساء : 59)

اس آیت میں اطاعت الٰہی سے مراد حقیقی حاکمیت، اطاعت رسول ﷺ سے مراد نیابتی حاکمیت. جبکہ اطاعت "اولی الامر" سے مراد خلافت و امارت کی اطاعت ہے
اسلام کے عدالتی نظام کا آغاز نبی کریم ﷺ سے ہوتا ہے لیکن پہلے دو خلفاء کے دور میں اس میں فتوحات کی وجہ سے کافی وسعت آئی۔

خلفائے راشدین کے تحت عدالتی نظام:

نبی کریم ﷺ کے بعد خلفائے راشدین نے انہی خطوط پر عدالتی نظام کو ترقی دی جن خطوط پر نبی کریم ﷺ نے ان کی تربیت کی تھی۔ پہلے دو خلفاء کو بطور مثال پیش کیا جاتا ہے

(1) عہد صدیقی کا عدالتی نظام:

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حکومت سنبھالی تو پورا عرب ریاست مدینہ میں شامل ہو چکا تھا۔ ارتداد کی جنگیں جو آپ رضی اللہ عنہ کی حکومت کی ابتدا میں شروع ہوئی تھیں ٹھنڈی پڑ چکی تھیں۔ عراق اور شام کے بڑے حصے فتح کے بعد اسلامی ریاست میں شامل ہو چکے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وہی عدالتی نظام قائم رکھا جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں رائج پایا تھا۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دینی اور سیاسی طور پر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں دیے ہوئے دستور کے پابند تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صحابہ رضی اللہ عنہم رسول ﷺ میں پہلے فرد تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے انتقال پر سیاسی اقتدار حاصل کرتے ہی قرآنی دستوری دفعات پر عمل کیا۔
قرآنی دستور کی بنیادی اہمیت کے پیش نظر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی پابندی کا اعلان عوام کے سامنے اپنے پہلے خطبہ میں حکومت کی بنیادی حکمت عملی کے طور پر کیا:
"اے لوگو! مجھے تم پر اختیار دیا گیا ہے حالانکہ میں تم میں سے بہترین انسان نہیں ہوں۔ اگر میں حق پر ہوں تو میری حمایت کرنا اور اگر میں غلطی پر ہوں تو مجھے حق کی راہ پر لگانا۔ حق، وفاداری ہے اور جھوٹ، بغاوت اور غداری ہے۔ تم میں سے جو کمزور ہیں وہ میرے نزدیک اس وقت تک طاقتور ہوں گے جب تک میں ان کا حق انہیں دلاؤں اور طاقتور میرے نزدیک کمزور ہوں گے جب تک میں ان سے ان کا حق نہ چھین لوں۔ اگر کوئی قوم راہ خدا میں جہاد چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اسے ذلت میں مبتلا کر دے گا۔ کسی قوم میں

CamScanner

وسیع پیمانہ پر برائی پھیلنے پر اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کرتا ہے۔ میری اطاعت کرو اس وقت تک جب تک میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتا ہوں اور اگر میں اللہ یا اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو تم پر کوئی اطاعت واجب نہیں۔"

(۱) دستورِ رسول ﷺ کی پابندی کا اعلان:

یہ رسول اللہ ﷺ کے دیے ہوئے دستور کی پابندی کا واضح اعلان ہے۔ دستور کی یہ شق ہے۔

"میری اطاعت کرو اس وقت تک جب تک میں اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا رہوں اور اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔"

(۲) خطبہ صدیقی سے دستوری نتائج:

پہلی شق:

اسلام میں انتقالِ اقتدار کا طریقہ یہ ہے کہ امتِ مسلمہ اختیارِ حکمرانی اپنے آزادانہ انتخاب کے ذریعے اپنے میں سے اہل ترین شخص کے سپرد کرے۔ اگر کوئی شخص امت کی رضا حاصل کیے بغیر اقتدار پر قابض ہو جائے تو وہ غاصب ہے۔ اختیارِ حکمرانی پوری امت کی امانت ہے جسے وہ سپرد کرے وہ آئینی طور پر جائز حکمران ہے۔ غاصبانہ قبضہ کرنے والا غاصب اور امانت میں خیانت کرنے والا ہے۔

دوسری شق:

حضرت ابو بکر نے دوسری شق میں فرمایا کہ اختیارِ حکمرانی حکمران کے پاس امانت ہے۔ یہ امانت اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول کے ساتھ مشروط ہے۔ اگر حکمران اس اطاعت سے انحراف کرے تو امت کو اختیار ہے کہ حکمران کو سیدھا کرے اور قانون سازی کرے جو حکمران کو آئین کا پابند رکھے۔

دستور کا نفاذ:

سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنی خلافت میں ان دستوری اصولوں کے مطابق حکومت کی جن کا انہوں نے خود اعلان کیا تھا۔ ایک جلیل القدر تابعی حضرت محمدؒ بن سیرین حضرت ابو بکرؓ کے خطبہ کی حکمتِ عملی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

• رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد سے آپ تک ابو بکرؓ سے زیادہ بارعب کوئی دوسرا شخص نہیں پایا گیا اور اُن کے بعد حضرت عمرؓ سے زیادہ رعب والا کوئی نہیں پایا گیا

جب حضرت ابو بکرؓ کو کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہوتا جس کا حل انہیں قرآن میں نہ ملتا یا سنت رسول میں بھی نہ ملتا تو وہ فرماتے میں اپنے اجتہاد پر عمل کروں گا۔ اگر یہ درست ہو تو اس کو اللہ کی طرف سمجھا جائے گا۔ اگر یہ غلط ہو تو یہ میری طرف سے تصور ہوگا اور میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں۔

دستور میں ترمیم کا مطالبہ اور آپؓ کا فیصلہ:

اسلامی ریاست کا اولین فرض قرآن میں دیئے گئے مندرجہ ذیل دستوری ضابطے کا نفاذ ہے۔

ترجمہ:

"یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں، نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے۔"

حضرت ابو بکرؓ کی حکومت سنبھالنے کے بعد ایک مقدمہ اُن کے دستوری مطالبہ "زکوٰۃ" کی ترمیم کا آپؓ کے سامنے پیش ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ نے ریاست مدینہ کے سربراہ عدلیہ کی حیثیت سے مقدمہ کی سماعت کی۔ منکرین زکوٰۃ نے جو دلائل پیش کیے اُن میں سے ہر ایک کا جواب دیا اور رد کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے فیصلہ ان الفاظ میں سنایا:

خدا کی قسم! اگر وہ اونٹ کی ایک رسی بھی دینے سے انکار کریں گے جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے۔ تو میں ایسے لوگ لینے پر اُن کے خلاف اعلان جنگ کروں گا زکوٰۃ مال میں ایک حق ہے۔ خدا کی قسم! میں اُن کے خلاف اعلان جنگ کروں گا۔ جو صلوٰۃ اور زکوٰۃ میں تفریق کریں گے۔

عہد فاروقی کا عدالتی نظام

حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ اسلام کے دوسرے خلیفہ مقرر ہوئے۔ قرآنی دفعات اور سنت رسول ﷺ سے وفاداری حضرت عمرؓ

کی حکومت کی بنیادی پالیسی تھی۔ اپنے مختلف فرامین، اعلانات اور فرامین میں آپؓ نے قرآن و سنت کی بنیادی اہمیت پر زور دیا۔ آپؓ نے اس ضمن میں اپنے فوجی کمانڈروں، صوبوں کے گورنروں اور ججوں کے تقرر ناموں میں ایک شق شامل کی۔ آپؓ نے اپنے فوجی افسروں کو تحریری ہدایات بھیجیں کہ وہ اللہ کی کتاب اور سنت رسول کی پیروی کریں۔ مشہور ترین اور معروف عدالتی منشور جو آپؓ نے ایک گورنر اور صوبائی عدالت کا سربراہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کو بھیجا اس میں درج ذیل شق شامل ہے

"خوب فہم و فراست سے کام لو، اس مسئلہ کے بارے میں جس میں تمہیں اللہ کی کتاب اور سنت رسول ﷺ واضح طور پر نہ پہنچی ہو"

اپنے صوبائی گورنروں اور ججوں کے فرائض اور ذمہ داریوں پر بحث کرتے ہوئے ایک مرتبہ آپؓ نے فرمایا:

"اے اللہ! صوبائی گورنروں کے تقرر میں تو میرا گواہ ہے۔ بے شک میں نے انہیں لوگوں کو دینی تعلیم دینے، سنت رسول اللہ ﷺ سکھانے، ان کے درمیان انصاف کرنے، مال غنیمت تقسیم کرنے اور جو مشکل مسائل ان کو درپیش ہوں ان میں مجھ سے رجوع کرنے کے لیے بھیجا۔

اسلام کے عدالتی نظام کی خصوصیات

1. قانون کی حکمرانی
2. تمام امور پر انصاف کی برتری
3. بلا خوف انصاف
4. گواہی اور تفتیش پر مبنی نظام

CamScanner